بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اشارات

رچرڈ نکسن کو جو اہمیت امریکی حکومت کے دروبست میں بہ حیثیت صدر اور بہ حیثیت سیاست دان کئی سال حاصل رہی ہے اور آج بھی خارجہ پالیسی کے اہم امور میں اثر اندازی کے جو مواقع اس شخص کو حاصل ہیں، یہ باتیں ذہن میں رکھتے ہوئے نکسن کے حالیہ فرمودات کا ایک اقتباس ضرور ملاحظہ ہو:

> ہمیں جہاں روسیوں کو اپنے مفادات کے خلاف اقدامات کرنے پر مطعون کرنا چاہیے وہاں یہ تسلیم کرنا بھی ضروری ہے کہ صرف روس ہی دنیا بھر کی مشکلات کا ذمہ دار نہیں ہے۔ قوموں کے درمیان آمدنی کا وہ تفاوت جو ان کے خام مال پیدا کرنے اور صرف کرنے کے درمیان ہے، موسمی وجوہ کی بنا پر پیدا ہونے والی خشک سالی، شوریدہ سر مسلم بنیاد پرست اور لیبیا سے ایران تک اُمڈنے والی دہشت گرد مسلم تحریکیں ــــ یہ تمام مسائل اگر روس نہ بھی ہوتا تب بھی موجود ہوتے۔ لیکن ایسے مسائل سے فائدہ اٹھانے کے بجائے، سوویت یونین کو چاہیے کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے امریکہ اور دوسری مغربی قوموں سے ہاتھ ملا کر چلے۔ روس کو مسلم بنیاد پرستی کے اُبھرنے سے خصوصی طور پر نہ صرف اس لیے تشویش ہونی چاہیے کہ روس کی ایک تہائی آبادی مسلمان ہے، بلکہ اس لیے بھی کہ اسلامی انقلاب تیسری دنیا کے لوگوں کے تعاون کے سلسلے میں روسی انقلاب کا حریف بھی ہے۔[1]

[1] رچرڈ نکسن۔ حوالہ: نوائے وقت ہفتہ وار انگریزی شیعہ، مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۸۵ء (ماخوذ از فارن افیئرز)

اُوپر جو اقتباس دیا گیا ہے یہ اُس عناد کا شاہد ہے جو مغربی اور یہودی ذہن کو اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ہے۔ رچرڈ نکسن کا اصل مبحث امریکہ اور سوویت رُوس کا لاینحل تنازعہ ہے جس کے چند اسباب ہیں۔ دونوں تباہی کے اسلحہ، خصوصاً جوہری بموں اور دور مار میزائیلوں کے دوران میں ایک دوسرے کو ہدف بنا کر مسابقت کر رہے ہیں۔ اور اب تو بات سٹار وار تک آ پہنچی ہے۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ اپنے آس پاس جہاں کہیں امریکہ کمیونسٹوں کا خطرہ بڑھتا ہوا پاتا ہے وہاں جمہوری اُصولوں کو پامال کر کے فوجی کارروائی کے ذریعے حالات کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے۔ اور مخالفین کو نشانۂ استبداد بناتا ہے۔ اسی طرح روس اپنے مفاد کے لیے جن علاقوں اور قوموں کو زیرنگین کرنا ضروری سمجھتا ہے ان کے خلاف کھُلے بندوں فوجی جارحیت کا ارتکاب کرتا ہے اور مزاحمت کرنے والوں کو درندوں کی طرح تباہ کرتا ہے۔

دونوں کے درمیان اسلحہ، علاقے اور منڈیاں کشیدگی کا سبب ہیں۔ پوری دُنیا میں کچھ رُوس کے اڈے ہیں اور کچھ امریکہ کے اڈے۔ کچھ قوموں کا قبلہ اُدھر ہے، کچھ کا اِدھر۔ کھُلے ہوئے بے بس انسانوں کے ہجوم، کچھ اُس کے ریوڑ کی بھیڑ بکریاں اور کچھ اِس کے ریوڑ کی۔ کچھ اربابِ اقتدار اور اصحابِ قلم قصرِ سُرخ کی کٹھ پتلیاں ہیں اور کچھ وائٹ ہاؤس کی۔

یہی وجہ ہیں ان دونوں کے باہم دگر حریف اور رقیب ہونے کے اور انہیں معاملات میں مسابقت نے ان کی عنِ گستاخانہ بابت کو منقطع میں سرچشمے سے ڈال رکھا ہے۔

بالکل بدیہی بات ہے کہ دو ملحد اور مادہ پرست طاقتوں کو متحد ہو کر مشترک مفاد کے لیے کام کرنا چاہیے لیکن الحاد اور مادہ پرستی ہر قوم میں خود پرستی اور مفاد پرستی کو اتنا بڑھا دیتی ہے کہ ملحدوں اور مادہ پرستوں کے درمیان ہمیشہ رسہ کشی ہوتی رہتی ہے۔

یہ بھی ایک خدائی انتظام ہے کہ وہ کسی قوت کے اُبھرنے پر اس کے مقابلے کی دوسری قوت کو اُٹھا کھڑا کرتا ہے اور ایک کے ذریعے دوسرے کو جب چاہے ختم کرا دیتا ہے اور جب تک چاہتا ہے ان میں حریفانہ کشاکش کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ یہ خدائی اُصول اگر نہ ہوتا تو دو ملحد اور مادہ پرست

طاقتوں کی چکی کے پاٹ میں ہر اچھا عقیدہ، ہر مقدس اصول اور ہر پسندیدہ قدر پس گئی ہوتی۔

ایک عرصہ سے دونوں سپر پاورز کے درمیان یہ کوششیں ہو رہی ہیں کہ کس طرح نزاعات کا دباؤ کم کیا جائے، مصالحت کی راہیں نکالی جائیں اور دونوں افہام و تفہیم سے طے شدہ اصول و حدود میں اپنے اپنے مفاد کے لیے کام کریں۔ یہ کوششیں اب تک تقریباً ناکام رہی ہیں۔ لیکن بہ ہر حال سمجھ لینا چاہیے کہ اگر دونوں کو آپس کی ہلاکت آفریں جنگ سے بچنا اور اپنی اپنی قوموں کو بچانا ہے (باقی دنیا کی حیثیت ضمنی ہے) تو انہیں دوسری "یالٹا" کانفرنس تک پہنچنا ہوگا۔ یعنی دو شیرانِ بیشۂ انسانیت ایک نہ ایک دن اس نتیجے تک پہنچیں گے کہ انسانی شکارگاہ کا فلاں حصہ ایک کے لیے اور فلاں دوسرے کے لیے۔ وہ اس حصے میں جسے چاہے شکار کرے اور یہ اپنے دائرے میں جس کا چاہے خون پیئے۔ دو برابر کے صیادوں کا مسئلہ اس کے علاوہ کسی اور صورت میں حل ہو ہی نہیں سکتا۔

صدر نکسن نے اپنے محولہ بالا مضمون میں مستقبل کی یالٹا کانفرنس تک پہنچانے والے طرزِ فکر کی سڑک دکھادی ہے۔

صدر نکسن نے روس اور امریکہ کے لیے اصل بنائے اتحاد متعین کر دی ہے۔ یعنی دونوں طاقتوں کی نگاہ ان خطرناک احوال پر مرتکز ہونی چاہیے جو دونوں کے لیے یکساں باعثِ پریشانی ہیں۔

ایسے خطروں کی دو اقسام ہیں: ایک عمومی، ایک اختصاصی!

عمومی قسم میں ذیل کے مسائل شامل ہیں:

۱۔ قوموں کے درمیان آمدنی کا وہ تفاوت جو ان کے خام مال پیدا کرنے اور صرف کرنے کے درمیان ہے۔

۲۔ موسمی وجوہ کی بنا پر پیدا ہونے والی خشک سالی۔

اختصاصی قسم کے تحت جو کچھ آتا ہے وہ یہ ہے:

۱۔ شوریدہ سر مسلم بنیاد پرست۔

۲۔ لیبیا سے ایران تک اٹھنے والی دہشت گرد مسلم تحریکیں۔
نکسن انہی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے سوویت رُوس کو یہ خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہے کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے پر توجہ دے اور اس مقابلے کے لیے امریکہ اور دوسری مغربی قوموں سے ہاتھ ملائے۔

اصل اور اہم ترین چیز پر زور دینے کے لیے نکسن ایک بار پھر یہ کہتا ہے کہ:
"اسلامی انقلاب تیسری دُنیا کے لوگوں کے تعاون کے سلسلے میں روسی انقلاب کا حریف بھی ہے"۔
ساتھ ہی توجہ دلاتا ہے کہ رُوس کو خیال رکھنا چاہیے کہ اُس کی ایک تہائی آبادی مسلمان ہے۔

بڑی قابلِ غور بات یہ ہے کہ مغرب کے سیاست کار اور دانش ور پادریوں سے بڑھ کر اسلام کے مخالف اور احیائے اسلام کی تحریکوں کے معاند ہیں۔
سوال یہ ہے کہ اگر کوئی قوم اپنے حدود میں کسی مسلک پر چلتی ہے یا اس کے عوام کسی خاص تحریک کو آگے بڑھاتے ہیں تو جب تک دوسروں کو کوئی ضرر نہ پہنچے انہیں مخالفت کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ وہ اپنے گھر میں جس مسلک پر چاہیں کاربند ہوں۔ یہی حق سب کو ملنا چاہیے۔
دوسری بات ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آخر یہ کیا کرتب ہے کہ "اسلامی بم" کے نام سے پہلے خود ہی ایک ہوا تیار کیا اور پھر اسے پروپیگنڈے کی سکرین پر دکھا دکھا کر دنیا بھر کو پاکستان سے متوحش کیا، عین اسی طرح پہلے بنیاد پرستی (FUNDAMENTALIMS) کا گڑا مردہ عیسائیت کے قبرستانِ ماضی سے نکالا گیا اور پھر اُس کو حرکت پسند اور اقدام پسند مسلمانوں کے تصورِ دینداری پر چسپاں کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ جدید اقوام کو مسلم تحریکات کا ذکر ہوتے ہی عیسائیت کے دورِ تاریک کی ہڈیوں کی سڑانڈ آنے لگی۔
یہ صلیبی جنگوں کے جنونی صلیب پرستوں کی ذہنیت ہے جو آج تحریکاتِ اسلامی کے خلاف مغرب کے مذہبی طبقوں ہی میں نہیں، دانشوروں اور اوّل درجے کے سیاست کاروں میں بھی

نتائج و ذرائع ہے۔

مسلمانانِ عالم کے لیے کتنی بڑی مشکل ہے کہ اگر وہ حالتِ جمود میں پڑے رہیں، مغرب والوں کے قصیدے کہتے رہیں، غیر سیاسی مسلک اختیار کریں، تصوف کی خانقاہیں آباد کریں یا نیکی کی تبلیغ کرتے رہیں، ان سے مغرب خوش، مغرب کا خدا خوش۔ لیکن اگر وہ حیاتِ تازہ حاصل کرنے کے لیے قرآن سے نور اخذ کریں، رسول اللہ کو اپنا قائد تسلیم کریں۔ اور اپنے آپ کو منظم کر کے تحریکی انداز سے اقدام کی کوشش کریں تو اکابر مغرب کی نگاہوں میں وہ "کالے چوروں" سے کم نہیں۔ صد حیف اس رکیک ذہنیت پر!

اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ مغرب یہ چاہتا ہے کہ نہ اسلام کی زندگی افروز قوت کام کرے، نہ مسلمان بیدار و متحرک ہوں، بلکہ ہمیشہ قفسِ جمود میں پڑے رہیں۔ اور مغربی آقاؤں سے قرضے اور اسلحہ اور ایڈ لے کر ان کے اشارہ ہائے ابرو پر ناچا کریں۔

ایک ارب آبادی رکھنے والی عظیم قوم کو زندگی اور ترقی اور خوشحالی اور شائستگی کی راہ سے روکنے کی ہر کوشش بڑے پیمانے کے ایک جرم کی حیثیت رکھتی ہے۔

نکسن صاحب نے اپنے مضمون کے ایک ہی پیراگراف میں دو بڑی باتوں کو نمایاں کر دیا ہے:

ایک یہ کہ لیبیا سے ایران تک کی دہشت گرد تحریکوں کو ختم کیا جائے۔ ایران سے تو امریکہ کو ویسے بھی انتقام لینا ہے[۱] اور روس بھی اس کو نوالہ بنانا چاہتا ہے۔

دوسرے یہ کہ افغانستان کا مسئلہ بھی صاف کر دیا ہے۔ آخر افغان مجاہدین سے بڑھ کر اور کون مستحق ہو گا جس پر بنیاد پرستی کی اصطلاح چسپاں ہو سکے۔ نکسنی فلسفہ یہ ہے کہ ایسے بنیاد پرستوں اور چھاپہ ماروں کے خلاف تو امریکہ و روس دونوں کو متحدہ محاذ بنانا چاہیے۔

---

[۱] اور ستم یہ کہ ایران والوں نے ہر مسلمان قوم سے بھی کھینچا تانی شروع کر کے خود اپنے لیے ناسازگار حالات پیدا کر لیے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ مصر، سوڈان، پاکستان وغیرہ جملہ ممالک تو اس فلسفے کی زد میں آ ہی گئے ہیں کیونکہ یہاں "دہشت گرد" مسلم تحریکیں پائی جاتی ہیں۔

کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ ہوا تو اس کے ساتھ ایک ایسی اسکیم بھی بن گئی کہ جس کے مطابق مصر کی تحریک اسلامی کو دبایا جاتا تھا۔ اسکیم قبل از وقت فاش ہوگئی، مگر اس کے باوجود اس پر عمل کیا گیا اور اخوان اور اسلامی طلبہ کو کمزور کیا گیا۔

پاکستان پر امریکہ کی نوازش شروع ہوئی تو توجہ دلائی گئی کہ ہم سرمایہ، اسلحہ اور امداد دیتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں اسلامی تحریک اُبھر کر نقشہ ہی نہ بدل دے۔ چنانچہ ایک بھرپور وار اسلامی جمعیت طلبہ پر ہوا۔

حالات کا خلاصہ یہ ہے کہ تقریباً تمام مسلم ممالک کے حکمران اول تو کسی اسلامی تحریک کو اُٹھنے ہی نہیں دیتے، اُٹھے تو اُسے دبانے کے لیے قانون اور لاقانونیت سے لے کر ذرائع ابلاغ تک ہر ذریعے کو استعمال کرتے ہیں، پھر بھی اگر حکومت پر نفاذ شریعت کے لیے رائے عام کا زور پڑے تو حکمران قوتیں بڑی خوبصورتی سے تاخیر و التوا کے ایسے لمبے راستے نکال لیتی ہیں کہ پچاس پچاس سال تک "اسلام اسلام" کو گونج ایوانوں میں سنائی دیتی ہے، مگر نتیجہ ڈھاک کے تین پات سے بھی کم۔

لیکن خدا بھی اپنے پرستاروں کے لیے جب راستے نکالنا چاہتا ہے تو عجیب عجیب طریقوں سے نکالتا ہے۔ ابھی دیکھیے کہ ایک بحری اور ایک ہوائی جہاز کے اغوا کا جوڑ ڈرامہ سامنے آیا اُس نے مصر کی رائے عام کے سمندر میں ایک ایسا طوفان اُٹھا دیا جس کی پہلے سے کوئی مثال نہ تھی اور یہ طوفان اسلامی جذبات کا تھا۔

روکنے والے راستے روکتے رہیں، لیکن خدا ایام کو اپنی تقدیرات کے مطابق گردش دیتا ہے گا۔ اور اسلام کے علو کے راستے کھلتے ہی رہیں گے۔

اس وقت اہم مقصود متذکرہ اقتباس کو سامنے لانے کا یہ ہے کہ مسلمان امریکہ اور روس دونوں کے متعلق اچھی طرح جان لیں کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں، دونوں میں سے کوئی ہمارا خیر خواہ نہیں، دونوں کا مفاد تقاضا کرے تو ہمیں پیس کے رکھ دیں۔

اب ہمارا فرض یہی ہے کہ ہم ان جعلی خداؤں کے طاغوتی اثرات سے بے نیاز ہو کر اسلام کو ایک متحرک قوت کی حیثیت سے سامنے لائیں، راہِ حق میں منظم اقدام کریں اور اپنے اخلاق کے نمونوں سے یہ سکہ جادیں کہ اسلام رحمت ہی رحمت ہے۔

عزم وعزیمت کی لازوال داستان

یادوں کی امانت

سید عمر تلمسانی

ترجمہ: حافظ محمد ادریس

البدر پبلی کیشنز۔ ۲۳۔ راحت مارکیٹ اردو بازار۔ لاہور